روزنامہ
الفضل
ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون: ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۴/۳۹ | ہفتہ ۷ شوال، ۱۴۰۹ ہجری، ۱۳ ہجرت ۱۳۶۸ ہش، ۱۳ مئی ۱۹۸۹ء | نمبر ۱۰۷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اخبارِ احمدیہ

لندن سے آمدہ اطلاع کے مطابق سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔

حضور لندن میں بھرپور خدماتِ دینیہ میں مصروف ہیں۔ احباب دعائیں جاری رکھیں کہ مولا کریم اپنے فضل سے پیارے اور محبوب آقا کو جلد فتح یاب اور کامیاب واپس لائے۔ اور ہم سب احمدیوں کو حضور کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے رکھے۔

● — ڈاکٹر وسیم احمد باجوہ صاحب کے بڑے بھائی مکرم لئیق احمد باجوہ ایک حادثہ میں شدید زخمی ہو گئے ہیں اور میو ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

احباب سے دُعا کی درخواست ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جلد شفاء عطا فرمائے

لطیف احمد شاہد فرحان کلینک ربوہ

● — انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور میں آجکل سالانہ امتحانات ہو رہے ہیں، تمام احمدی طلباء کی اعلیٰ کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

سید احمد رضوان
متعلم انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور

● — مکرم عبدالحمید خان صاحب مربی سلسلہ (ابن مکرم چوہدری عبداللطیف خان صاحب کاٹھگڑھی آڈیٹر تحریک جدید) کا اپنڈیکس کا اپریشن ہوا ہے۔ انکی طبیعت ابھی بہت ناساز ہے۔ احباب کی خدمت میں انکی کامل و عاجل شفایابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

● — عزیزہ زاہدہ بنت مکرم محمد احمد صاحب درویش رحمت بازار۔ ربوہ کا رسولی کا اپریشن فضل عمر ہسپتال ربوہ میں مورخہ ۲۵/۴/۸۹ کو ہوا ہے۔ عزیزہ کو خدا کے فضل سے اپریشن کے بعد اب کافی افاقہ ہے۔ ٹانکے کھل گئے ہیں۔ احباب جماعت کی خدمت میں عزیزہ کی جلد صحت یابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

اعلان نکاح

میری بیٹی فرزانہ ناہید ہاشمی کا نکاح بعوض مبلغ -/۶۰,۰۰۰ ساٹھ ہزار روپیہ حق مہر ہمراہ عزیزم نعیم احمد صاحب ابن ٹھیکیدار نواب دین صاحب فیکٹری ایریا ربوہ پڑھا گیا۔ خطبہ نکاح مولانا محمد اشرف صاحب ناصر مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے احمدیہ ہال کراچی میں ماہ جولائی ۱۹۸۸ء میں پڑھا اور انہوں نے ہی نکاح کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کرائی۔

محمد شفیع ہاشمی
H28A/7 مالیر توسیعی کالونی کراچی 37

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

"غور کرو کہ ایک نیکی کرنے سے دوسری نیکی پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح پر ایک بدی دوسری بدی کا موجب ہو جاتی ہے۔ جیسے ایک چیز دوسری کو جذب کرتی ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے یہ تجاذب کا مسئلہ ہر فعل میں رکھا ہوا ہے۔ پس جب سائل سے نرمی کے ساتھ پیش آئے گا اور اس طرح پر اخلاقی صدقہ دیدے گا۔ تو قبض دور ہو کر دوسری نیکی بھی کرلے گا۔ اور اس کو کچھ دے بھی دے گا اخلاق دوسری نیکیوں کی کلید ہے۔ جو لوگ اخلاق کی اصلاح نہیں کرتے وہ رفتہ رفتہ بے خیر ہو جاتے ہیں۔"

"خیر کا پہلا درجہ جہاں سے انسان قوت پاتا ہے اخلاق ہے۔ دو لفظ ہیں ایک خَلق اور دوسرا خُلق خَلق ظاہری پیدائش کا نام ہے اور خُلق باطنی پیدائش کا۔ جیسے ظاہر میں کوئی خوبصورت ہوتا ہے اور کوئی بہت ہی بدصورت۔ اسی طرح پر کوئی اندرونی پیدائش میں نہایت حسین اور دلربا ہوتا ہے اور کوئی اندر سے مجذوم اور مبروص کی طرح مکروہ۔ لیکن ظاہری صورت چونکہ نظر آتی ہے اس لیے ہر شخص دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے۔ اور نہیں چاہتا کہ بدصورت اور بدوضع ہو مگر چونکہ اس کو دیکھتا ہے اس لیے اس کو پسند کرتا ہے۔ اور خُلق کو چونکہ دیکھا نہیں اس لیے اس کی خوبی سے ناآشنا ہو کر اس کو نہیں چاہتا۔ ایک اندھے کے لیے خوبصورتی اور بدصورتی دونوں ایک ہی ہیں۔ اسی طرح پر وہ انسان جس کی نظر اندرونہ تک نہیں پہنچتی اُس اندھے کی ہی مانند ہے۔ خُلق تو ایک بدیہی بات ہے۔ مگر خُلق ایک نظری مسئلہ ہے۔ اگر اخلاقی بدیاں اور ان کی لعنت معلوم ہو تو حقیقت کھلے۔

غرض اخلاقی خوبصورتی ایک ایسی خوبصورتی ہے جس کو حقیقی خوبصورتی کہنا چاہیئے۔ بہت تھوڑے ہیں جو اس کو پہچانتے ہیں۔ اخلاق نیکیوں کی کلید ہے۔ جیسے باغ کے دروازے پر قفل ہو دور سے پھل پھول نظر آتے ہیں مگر اندر نہیں جا سکتے۔ لیکن اگر قفل کھول دیا جاوے تو اندر جا کر پوری حقیقت معلوم ہوتی ہے اور دل و دماغ میں ایک سرور اور تازگی آتی ہے۔ اخلاق کا حاصل کرنا گویا اس قفل کو کھول کر اندر داخل ہونا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۷۶-۷۷)

"یاد رکھو کہ جو شخص خدا کیلئے زندگی وقف کر دیتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ وہ بے دست و پا ہو جاتا ہے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ دین اور للّٰہی وقف انسان کو ہوشیار اور چابکدست بنا دیتا ہے۔ سُستی اور کسل اس کے پاس نہیں آتا۔ حدیث میں عمار بن خزیمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے میرے باپ کو فرمایا کہ تجھے کس چیز نے اپنی زمین میں درخت لگانے سے منع کیا ہے۔ تو میرے باپ نے جواب دیا کہ میں بڈھا ہوں کل مر جاؤنگا پس اسکو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تجھ پر ضرور ہے کہ درخت لگائے۔ پھر میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ خود میرے باپ کے ساتھ مل کر ہماری زمین میں درخت لگاتے تھے.... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عجز اور کسل سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ سُست نہ بنو اللہ تعالیٰ حصولِ دنیا سے منع نہیں کرتا بلکہ حسنۃ الدنیا کی دعا تعلیم فرماتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۹۲)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: مسعود احمد ؛ پرنٹر: قاضی منیر احمد؛ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ مقام اشاعت: دارالنصر غربی ربوہ - قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

۱۳ ہجرت ۱۳۶۸ہش ۱۳ مئی ۱۹۸۹ء

پاکستان کی نیک نامی؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا کہ جنگ کے دوران بھی نہ دشمن کے بوڑھوں - عورتوں اور بچوں کو مارو - نہ ان کی عبادت گاہوں کو مسمار کرو اور نہ درخت کاٹو۔ اور تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ مسلمانوں نے جہاں جہاں فتوحات کیں وہاں وہاں ان ارشادات کو پیشِ نظر رکھا - لیکن اب کیسا زمانہ آگیا ہے کہ جنگ بھی نہیں ہے معاشی اور معاشرتی دشمنی بھی نہیں ہے - صرف اختلافِ عقیدہ ہے اور وہ بھی بہت زیادہ نہیں - اس کو کتنی بھی ہوا دی جائے اس کی حدیں بہت دور تک نہیں جاتیں. لیکن اس کے باوجود احمدیوں کے بوڑھوں - عورتوں اور بچوں کو مارا بھی جا رہا ہے عبادت گاہیں بھی مسمار کی جا رہی ہیں اور درخت بھی کاٹے جا رہے ہیں - اور یہ وبا کم ہونے کی بجائے پھیلتی جا رہی ہے - کبھی یہاں - کبھی وہاں - ایسی خبریں آتی ہی رہتی ہیں - لیکن ان خبروں کے درمیان ایک خبر تسکین کا باعث بھی ہے اور وہ یہ کہ پاکستان کے ہیومن رائٹس کمیشن کے ایک وفد نے ننکانہ صاحب اور چک نمبر ۵۶۳ میں جاکر بذاتِ خود دیکھا اور یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ وہاں احمدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے - اس وفد کے ممبر تھے: مسز ایلس فیض ڈاکٹر مبشر حسن صاحب - بیگم ممتاز رفیع صاحبہ مسز شاہ تاج قزلباش صاحبہ - محمود صاحب زمان صاحب اور سید امتیاز شاہ صاحب یہ وفد عنقریب اپنی رپورٹ پورے کمیشن کے سامنے پیش کرے گا۔

ایک بات ہم کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر احمدیوں کے ساتھ یہ سلوک جاری رہا تو دنیا آنکھیں بند کر کے بیٹھ نہ سکے گی - ہم اگر چپ بھی رہیں گے تو وہ پکار اٹھے گی - ہماری خواہش تو یہ ہے. اور ہم اسی بات کے لئے دستِ بدعا ہے - کہ اللہ تعالیٰ پاکستان کے نام کو عزت دے اور اس کے عَلَم کو بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے لیکن یہ ہو اسی صورت میں سکتا ہے کہ ہم پاکستانی سب کے سب - اس کی عزت کی حفاظت کریں اور بیرونی دنیا میں اسے بدنامی سے بچائیں -

وہ کیسے! اب آپ خود سوچیے۔

تذلیل ہے انسان کی، انسان پہ قدغن
نیکی کا جنازہ ہے شرافت کا ہے مدفن
تم جو بھی کہو جیسے کہو تم کو روا ہے
ہم ہیں کہ نہ سن پائے کوئی دل کی بھی دھڑکن

ابوالاقبال

دیارِ غیر تو بے شک کوئی نہیں لیکن
ہماری آنکھ سے اوجھل وطن سے دور ہیں آپ

مسرّتوں سے ملی ہیں ہمارے غم کی حدیں
میانِ تیرگیٔ غرب، وجہِ نور ہیں آپ

دکھایا آپ نے انکو نشانِ منزلِ دوست
فسردہ قلب و نظر کیلئے سرور ہیں آپ

حکائتوں سے جو بہلا رہے تھے اپنا دل
وہ دیکھ لیں کہ حقیقت کا اِک ظہور ہیں آپ

حضور میں تو حضوری میں کوئی شک ہی نہیں
غیاب میں بھی تو اللہ کے حضور ہیں آپ

پہنچ رہا ہے ہر اک لمحہ تہنیت کا پیام
ہر ایک دل میں ہر اک روح میں ضرور ہیں آپ

خدا کرے کہ مری راہ مستقیم رہے
میں جانتا ہوں کجی سے بہت نفور ہیں آپ

نسیم ان سے کہو تو بس اتنی بات کہو
ہمارے دل سے قریب اور نظر سے دور ہیں آپ

نسیم سیفی

مضمون نگار حضرات سے گذارش

لکھئے اور ضرور لکھئے - ہم آپ کے مضامین کے منتظر رہتے ہیں، لیکن مضمون کے ساتھ آپکا پورا نام اور پتہ ضرور درج ہونا چاہیئے چاہے اس سے پہلے آپ کے متعدد مضامین شائع ہو چکے ہوں، ہر مضمون کے ساتھ نام اور پورا پتہ ہماری دفتری ضرورت ہے۔

(مدیر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(مولانا) محمد منور سابق مربی سلسلہ مشرقی افریقہ

ذرہ نوازی

یہ مضمون محترم مولانا صاحب نے رمضان کے مہینے میں تحریر فرمایا تھا۔

اٹھارہ اکتوبر ۱۹۸۸ء کو میرے جسم کے بائیں حصہ میں معمولی سی کھجلی ہوئی۔ پھر یہ حصہ سرخ ہو گیا۔ اگلے روز میرے کندھے اور گردن پر چھوٹے چھوٹے دانے نمودار ہوئے۔ دو تین روز میں یہ دانے پیپ سے بھر گئے۔ پھر بائیں کان اور سر کے بائیں حصہ تک یہ مواد سے بھرے ہوئے دانے پھیلتے گئے۔ اس سارے حصہ میں شدید جلن محسوس ہوتی تھی جس سے نہ دن کو چین آتا تھا۔ نہ رات کو۔ قمیص بھی نہ پہن سکتا تھا۔ نہ نماز کے لئے جا سکتا تھا۔ تیز پنکھے کے سامنے لیٹنے سے بمشکل ڈیڑھ۔ دو گھنٹے نیند آتی۔ ورنہ سارا وقت سخت بے چینی میں گذرتا۔

ہمارے محلہ میں ایک ڈاکٹر صاحب رہتے ہیں۔ انہیں دکھایا۔ فرمانے لگے اس بیماری کو انگریزی میں ہرپیز کہتے ہیں۔ جلدی مرض ہے۔ دل پر اسکا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ہفتہ۔ عشرہ میں خود ہی دور ہو جائیگا۔ اس سے کچھ تسلی ہوئی کہ علاج کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ نے چاہا تو چند روز میں صحت ہو جائے گی۔ ..... لیکن تین ہفتے گذر گئے اور تمام دانے اپنی اپنی جگہ پر ڈٹے رہے۔ نہ پھٹے۔ نہ مرجھائے۔ نہ سوزش میں کمی ہوئی۔

میری عادت میں یہ بات داخل ہے کہ جب کوئی بلا نازل ہو تو اسے خاموشی اور صبر سے برداشت کرتا ہوں۔ اس بیماری نے بھی دکھ تو بہت دیا۔ لیکن کسی کو اس سے مطلع نہ کیا۔ میری پوتی عزیزہ عابدہ صدیقہ نے اپنے ابو کو سیرالیون خط لکھا تو اس میں میری بیماری کا بھی ذکر کر دیا۔ مگر ساتھ ہی لکھا کہ زیادہ فکر نہ کریں۔ جلد صحت ہو جائے گی۔

عزیز مبارک احمد طاہر کو جب یہ خط ملا تو وہ فکرمند ہو گئے اور انہوں نے حضور کی خدمت میں دعا کیلئے عریضہ بھجوا دیا۔ حضور اس وقت لندن میں قیام فرما تھے۔ حضور نے دعا کرنے کے علاوہ عزیز موصوف کو اپنے قلم سے لکھا:۔

"پیارے عزیزم مبارک احمد طاہر صاحب.....

آپ کا خط مورخہ ۲۹/۱۱/۸۸ کو موصول ہوا۔ آپکے والد صاحب محترم مولانا منور احمد صاحب کو جانتا ہوں۔ انہوں نے بڑی پُرخلوص اور نمایاں خدمت کی ہے۔ فکر نہ کریں۔ ربوہ جلد ایت بھی کر رہا ہوں۔ کہ ان کا ہر طرح خیال رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحتِ کاملہ عطا فرمائے اور آپ سب کی پریشانیوں کو دور فرمائے.....،،

مجھے اس خط و کتابت کا علم نہیں تھا۔ اچانک ایک روز صبح صبح دروازہ پر دستک ہوئی۔ باہر نکلا تو نظارت امور عامہ کے پرانے اور نہایت مستعد کارکن رشید احمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے۔ مجھے ناظر صاحب امور عامہ نے حضور کی ہدایت کے ماتحت آپکی عیادت کے لئے بھیجا ہے۔ میں نے تو نہ حضور کو نہ صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کو اپنی بیماری کی اطلاع دی تھی۔ اس لئے تعجب بھی ہوا۔ خوشی بھی.... اور حضور کی ذرہ نوازی پر تشکر و امتنان کے جذبات سے دل لبریز ہو گیا۔ زبان سے پوری طرح الفاظ بھی ادا نہ ہو سکے۔ لیکن جذبات پر قابو پاتے ہوئے مختصر انداز میں بیماری کی کیفیت بیان کی۔ رشید صاحب نے بھی میری کمزوری کو بھانپ لیا اور مشورہ دیا کہ بیماری کی تفصیل تحریر کر کے جناب ناظر صاحب امور عامہ کی خدمت میں بھجوا دی جائے۔ میں نے مفصل عریضہ حضور کی خدمت میں لکھ کر جناب ناظر صاحب موصوف کی خدمت میں پیش کر دیا اور خیال کیا کہ اب معاملہ ختم ہو جائیگا لیکن میرے محبوب آقا نے میرا عریضہ دیکھتے ہی ہومیوپیتھک دوائیں تجویز فرمائیں اور پانچ فروری ۱۹۸۹ء کو مجھے جناب ناظر صاحب محترم کی چٹھی موصول ہوئی جس میں حضور کے ارسال کردہ نسخہ کی تفصیل تھی۔

حضور نے فرمایا تھا کہ بیلاڈونا نمبر ۳۰ اور ارسنک نمبر ۳۰، روزانہ دن میں تین بار ملا کر استعمال کریں اور سلفر نمبر ۲۰۰، پہلے تین روز ایک ایک خوراک روزانہ لی جائے اور پھر ہفتہ میں ایک بار۔

یہ ادویہ میں نے اسی روز استعمال کرنی شروع کر دیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیمار حصہ میں جلن میں بہت تخفیف ہو گئی ہے۔ معدہ بھی ٹھیک طرح سے کام کر رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کا عظیم فضل ہے کہ مجھے روزہ رکھنے کی بھی توفیق مل رہی ہے۔ اور علامات میں بھی اسی فی صد کمی ہو گئی ہے۔ دانے غائب ہونے کے بعد جلد سیاہ ہو گئی تھی۔ اب اس میں بھی بہتری کے آثار ہیں۔

میں قارئین کرام سے عاجزانہ درخواست کرنا چاہتا ہوں کہ اس مبارک مہینہ میں حضور پُرنور کی صحت۔ عمر و لمبی اور تمام نیک مقاصد میں نمایاں کامیابیوں کے لئے خصوصی دعائیں کریں۔ اتنا پیارا اور اس قدر پیار کرنے والا بابرکت وجود تمام افراد جماعت کیلئے بالخصوص اور ساری اقوام عالم کے لئے بالعموم خدائی افضال و برکات کو جذب کر کے زمین میں پھیلانے کا موجب ہے۔ خدا کرے کہ احمدیت کی یہ دوسری صدی اور آنے والی تمام صدیاں حضور کے انوار و فیوض سے لبریز ہوں اور نسل انسانی قیامت تک آپ کی دعاؤں اور برکات سے متمتع ہوتی رہے۔

آپ کا خط ملا!

★ مکرمہ امۃ الباری ناصر صاحبہ نے لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے تو کہیں پتہ نہیں چلتا کہ حضورؐ قوالی سنا کرتے تھے اب فجر کی نماز سے پہلے ٹی وی پر (ماہ رمضان میں بھی) قوالی ہونے لگی ہے۔

محترمہ! ہمیں اس سے کیا؟ لوگ جو چاہیں کریں۔ ہمیں تو یہ دیکھنا ہے کہ ہم کیا کرتے ہیں۔

★ مکرم ڈاکٹر طارق بخاری صاحب لکھتے ہیں کہ آپ نے نثر بھیجنے کی فرمائش کی ہے۔ حکم کی تعمیل میں دو عدد مضامین بھیج رہا ہوں۔ (شکریہ! مضامین مل گئے ہیں)

★ مکرم چوہدری فضل احمد صاحب تحریر کرتے ہیں:

آج مورخہ ۲۵ اپریل کے اخباروں کے پیکٹ میں سے پندرہ اخبار کم نکلے ہیں۔ براہ کرم فوری طور پر روانہ کروائیں۔

ٹیوشن

از ریٹائرڈ میجر سید محمود احمد شاہ۔ کراچی

میرے بڑے بھائی جان پروفیسر ڈاکٹر سید ظہور احمد شاہ صاحب گورنمنٹ ہائی سکول جھار کی دسویں جماعت میں تھے تو میرے والد بزرگوار سید غلام حسین شاہ صاحب نے سکول کے ہیڈ ماسٹر کی معرفت انسپکٹر آف سکولز انبالہ ڈویژن کے نام درخواست بھجوائی کہ یکم اکتوبر سے اگلے ماہ مارچ یعنی میٹرک کے امتحان تک سکول کے سیکنڈ ٹیچر ماسٹر بدھ رام بطور پرائیویٹ ٹیوٹر ہمارے گھر پر آکر سرِ شام انکو پڑھایا کریں۔ اس زمانہ میں کسی گورنمنٹ کے ملازم ٹیچر کو کسی طالب علم کو پرائیویٹ ٹیوشن پڑھانے کی اجازت نہیں تھی جب تک کہ متعلقہ سکول کے ہیڈ ماسٹر کی معرفت ڈویژنل انسپکٹر آف سکولز سے اجازت حاصل نہ کر لی جاتی۔ درخواست کے ساتھ ٹیوٹر کا راضی نامہ اور ٹیوشن پڑھانے کی باہمی طے شدہ فیس بھی لکھنی پڑتی تھی۔ اجازت آنے کے بعد ماسٹر بدھ رام ۶ ماہ تک گھر پر آکر بھائی جان کو سرِ شام پڑھاتے رہے اور وہ خدا کے فضل سے فرسٹ ڈویژن میں پاس ہو کر گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے اور دو سال بعد پنجاب ویٹرنری کالج لاہور میں داخلہ لیا تھا۔

تین سال بعد جب میں دسویں جماعت میں ۱۹۲۶ء میں تھا تو حسب سابق ہیڈ ماسٹر کی معرفت گھر پر آکر بطور ٹیوٹر ۶ ماہ تک اکتوبر سے مارچ تک ۴۰ چالیس روپیہ ماہوار پر مجھے پڑھانے کی اجازت انبالہ ڈویژن کے انسپکٹر آف سکولز سے حاصل کی۔ ماسٹر صاحب مجھے انگلش۔ میتھمیٹکس اور جنرل نالج یعنی ہسٹری اور جغرافیہ دو گھنٹے تک پڑھاتے تھے۔ جب وہ کمرہ میں داخل ہوتے تو پورے دو گھنٹے تک سوائے پڑھائی کے کوئی دیگر بات منہ سے نہ نکالتے۔ ایک منٹ بھی وہ خالی نہ بیٹھتے تھے انہوں نے مجھے جیومیٹری کے تمام اسباق پڑھا کر ایک بڑے ڈرائنگ والے سفید شیٹ پر جیومیٹری کی تمام شکلیں بنوا کر میز کے اوپر سامنے کی دیوار پر چارٹ کی صورت میں آویزاں کرائی ہوئی تھیں اور روزانہ وہ شیٹ اتروا کر مجھ سے تین اسباق سن کر دہرواتے تھے۔

ماسٹر بدھ رام صاحب کا یہ مقولہ تھا کہ "REVISION عجب چیز ہے!" یعنی اگر کسی زیرِ مطالعہ چیز کو یاد رکھنا مقصود ہو تو اسے ہر روز چند منٹ کیلئے Revise کر لیا جائے۔ دہرا لیا جائے تو وہ چیز ہمیشہ یاد رہتی ہے اور بھول جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مارچ ۱۹۲۷ء میں منعقد ہونے والے میٹرک کے امتحان میں بفضلہ تعالیٰ میں سیکنڈ ڈویژن میں کامیاب ہو گیا تھا اور پھر اسلامیہ کالج لاہور میں چھ سال تک پڑھتا رہا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ناصر احمد پرویز پرواز

ادب اور زندگی

میں ایک دوراہے پر کھڑا ہوں ——
میرے سامنے دھندلکوں کی طویل لکیر ہے دائیں ہاتھ حد نظر تک پھیلتی ہوئی خزاں کی خاموشی ہے، زرد پتے ہیں، سنسناتی ہوئی یخ بستہ تیز ہوا کے جھونکے ہیں اور میں ہوں۔ بائیں ہاتھ نکھرتی ہوئی، شفاف نیلگوں فضا کی وسعتیں ہیں۔ رنگینیاں بکھیرتی ہوئی نسیم جانفزا ہے مہکتی ہوئی خوشبو ہے اور میں ہوں مجھے ان دونوں راہوں سے پیار ہے اس لئے کہ مجھے دھندلکوں کی اس طویل لکیر کو چیر کر کسی خاص منزل تک پہنچنا ہے ——— جہاں شانتی ہے سکون ہے اور گھمبیر امٹ ابدیت ہے!!

حضرات!! یہ ادب اور زندگی کا دوراہا ہے۔ دائیں ہاتھ زندگی ہے خزاں کی طرح زرد اور مرجھائے ہوئے پتوں کی طرح افسردہ! بائیں ہاتھ ادب ہے، مہکتی، جھومتی بہکی ہوئی ہوا کی طرح، سبک، نرم اور پرسکون!!

لیجیے ——— دائیں ہاتھ، قدم بڑھائیے ——— افلاطون کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے ——— "ادب زندگی کی تصویر ہے اور اس کی ابدی سچائیوں کا عکاس ہے۔" ساتھ ہی ارسطو کی بنیادی تعریف کی جھنکار بھی سنائی دے گی۔ "ادب فطرت کی نقالی ہے۔" ان دونوں کو ملائیے گا تو بات کچھ یوں بنے گی کہ زندگی اور ادب، دونوں مربوط اور متعلق ہیں۔ ایک کے بغیر دوسرے کا تصور ممکن نہیں ہوگا ——— لیکن ہم اس دوراہے سے دائیں ہاتھ جا رہے ہیں ——— ہم زندگی کی طرف سے اس اشکال کو حل کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ ادب، زندگی سے اپنی زندگی حاصل کرتا ہے ——— ادب کے موضوعات زندگی کے رہین منت ہیں۔ موضوعات کے بغیر ادب کی تخلیق کا امکان امکان محال ہے۔ زندگی کے معاشی اور معاشرتی مسائل ادب کا رخ متعین کرتے ہیں ——— اور ادب خود اپنے وجود کی تخلیق ——— اور، افادیت کے لئے زندگی کا دست نگر ہے ——— ان سب سوالات کا جواب کچھ یوں ہوگا کہ ہر ادیب، اس معاشرہ کا آلہ کار ہے جس میں وہ جنم لیتا ہے۔ کیونکہ اس کی شخصیت اس معاشرہ میں پروان چڑھتی ہے ——— اور ہر معاشرہ ادیب کا آلہ کار ہے کیونکہ ادیب اس معاشرہ کی تہ سے تحریک کے خزف ریزے چنتا ہے۔ اس طرح دونوں اکائیاں ایک نقطہ، یعنی نقطۂ تخلیق پر ایک دوسرے میں ضم ہو جاتی ہیں ——— لیکن زندگی ادب سے ارفع نظر آتی ہے ——— !!

بائیں ہاتھ قدم بڑھائیے تو ادب کی بلندیوں سے زندگی کی پستیاں نہایت حقیر نظر آتی ہیں تفصیلات کی صورت کچھ یوں ہوتی ہے کہ ادب، زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ گویا وہ ایک آئینہ ہے جو زندگی کو اپنے اندر منعکس کرتا اور دوسروں پر عکس ڈالتا ہے۔ وہ جذبات کی تہذیب یعنی (Kethartis) کرتا ہے، وہ زندگی کا سانس لینے والے افراد کو نکتۂ نظر کی تخلیق کے لئے تیار کرتا ہے ——— وہ معاشرہ کے فکری اور شعوری نظام کو متاثر کرتا ہے ——— احساس، مشاہدہ، وجدان اور عرفان کی قوتیں اس کی چھاتیوں سے زندگی کا دودھ حاصل کرتی ہیں۔ گویا ادب، زندگی پر خالق نظر آتا ہے ——— !!

لیجیے اب بات کی یہ صورت بن جاتی ہے کہ کچھ لوگ ہیں جو زندگی کو ادب پر فوقیت دیتے ہیں ——— اور کچھ ادب کو زندگی پر ——— فرق صرف نکتۂ نظر کا ہے۔ یہی نکتۂ نظر کا فرق ادب برائے ادب اور ادب برائے زندگی کی تحریکات کی صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے اور یہی وہ دوراہا ہے جہاں سے میں نے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا!!

ٹھہریے!! پہلے ہم ادب کی کوئی جامع و مانع تعریف تو کر لیں ——— وہ تعریف جس پر کم و بیش تمام نامور کلاسیکی اور رومانوی نقادوں نے مہر تصدیق ثبت کی ہے میرے الفاظ میں کچھ اس طرح ڈھلتی ہے کہ "ہر وہ اظہار جس میں جذبہ، تخیل، وجدان اور مشاہدہ کی آمیزش ہو اور وہ الفاظ کا جامہ پہن کر ہمارے سامنے آئے، ادب کہلانے کا مستحق ہے ——— خواہ وہ نثر ہو یا نظم!! ——— یہ تعریف خاصی تفصیل کی محتاج ہے اور اس تفصیل سے اغماض برتنے کا یارا نہیں۔ تخلیق ادب کی بنیادی اینٹ مشاہدہ ہے۔ زندگی کا مشاہدہ ——— عام مشاہدہ حواسِ خمسہ کے ذریعہ کیا جاتا ہے لیکن حواس خمسہ سے کیا ہوا مشاہدہ مکمل اور اتم نہیں ہوتا۔ کیونکہ ضروری نہیں کہ ہر وہ چیز جو چمکتی ہے سونا ہو، اور جو خوشبو دیتی ہو۔ پھول ہو ——— ہماری نگاہیں دھوکا کھا سکتی ہیں۔ اور زندگی دھوکا دیتی ہے۔ ؎

ہیں ستارے کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی کر کھلا

اس لئے تخلیقِ ادب کے لئے جس مشاہدہ کی ضرورت ہے وہ حواس خمسہ سے آگے کی ایک اور منزل ہے اسے وجدان کہتے ہیں ——— اور وجدان کے جلو میں آنے والا تجربہ مکمل اور اتم ہوتا ہے کیونکہ اس میں دم دینے کی گنجائش نہیں ہوتی!! ——— اسے ہم اصطلاح میں شعری تجربہ کہتے ہیں ——— یہ تجربہ ہمارے وجود پر اثر انداز ہو کر ردعمل پیدا کرتا ہے یہ ردِ عمل ——— جذبہ ہے ——— جو خارجی تحریک کے تحت ہمارے دل کی گہرائیوں سے ابھرتا ہے ——— پھر اظہار کی نوبت آتی ہے اسے ابلاغ کہتے ہیں ——— ابلاغ، تخیل کے منہ زور گھوڑے کو قابو میں رکھنے کا ذریعہ ہے ——— گویا شعری تجربہ جتنا شدید ہوگا اس کا ابلاغ اتنا ہی مشکل! اور یہی وہ مرحلہ ہے جس کا ذکر غالب نے یوں کیا ہے ؎

ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشہ میں ہے
آبگینہ تندیٔ صہبا سے پگھلا جائے ہے

ادب کی تخلیق کا یہ طریق کار بنیادی اہمیت کا حامل ہے ——— یوں کہہ لیجیے کہ ادب دو طریق سے اظہار کے مقصد کو حاصل کرتا ہے ——— ایک تو ان اشیاء کا اظہار جو ہیں اور جس طرح ہیں ——— اور دوسرے ان اشیاء کا اظہار جو، جس طرح ہونی چاہئیں ——— انگریزی فقرہ شاید زیادہ واضح ہو کہ [illegible] اشیاء کی ماہیت کا اظہار جیسی کہ وہ ہیں اور جیسی کہ وہ ہونی چاہئیں (ترجمہ)

اظہار کا فرق صرف 'جس طرح ہیں' اور جس طرح ہونی چاہئیں، میں مضمر ہے۔ یہی فرق اصطلاح میں حقیقت پرستی اور عینیت پرستی کہلایا ——— اور اس اشکال کی صورت میں ظاہر ہوا جو آج ہمارے سامنے ہے!!

انیسویں صدی کے اواخر میں دو ادبی تحریکوں نے جنم لیا ——— ان کو ہم اور آپ Realism اور Surrealism کے نام سے پہچانتے ہیں ——— حقیقت پرستوں کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ زندگی کے حقائق کا اظہار اس انداز میں ہونا چاہیئے کہ حقائق میں کوئی اضافہ نہ ہونے پائے۔ اس کی مثال وہ یوں دیتے تھے کہ اگر ایک بدصورت عورت کو حسین لباس میں ملبوس کر دیا جائے تو اس میں دلکشی پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ اس کی صورت علیٰ حالہا قائم ہے ——— اس لئے ادب کا مقصد یہ ہے کہ وہ حقائق کی نقاب کشائی کر کے انہیں حسین بنا کر پیش کرے۔ دوسرے گروہ کا یہ خیال تھا کہ نہیں! کسی کریہہ المنظر شئے کو دیکھ کر یہ سوچنا کہ اسے فلاں لباس پہنا دیا جائے تو وہ خوبصورت بن جائے گی، ذوقِ لطیف کے لئے گراں ہے! اس لئے صرف یہ صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم اس بدصورت شے کا اس انداز میں اظہار کریں کہ اس کی بدصورتی بھی حسن بن جائے! ——— کیونکہ زندگی تلخ حقائق کا مجموعہ ہے ——— تلخی کو مثالی اور گوارا بنا لینا ہی ادب ہے۔ لیجیے Shelley کے الفاظ سن لیجیے!

"خاص واقعات کی تفصیل ایک شیشے کی طرح ہے جو حقیقت کی شکل بگاڑ دیتی ہے۔ ادب ایک ایسا شیشہ ہے جو چیزوں کو حسن عطا کرتا ہے ایسی چیزوں کو جن کی شکل بگاڑ دی گئی ہو"

پھر مجھے ایک اور بات کا اظہار کر لینے دیجیے! ادب کا مقصد مسرت ہے۔ یعنی ہر پڑھنے والا ادب سے حظ اٹھاتا ہے ——— رومانوی دور کے تینوں ستون شیلے، ورڈز ورتھ اور کولرج اس بات پر متفق ہیں کہ:۔

"ادب اور مسرت لازم و ملزوم ہیں۔ قاری ادب کے پردہ میں لپٹی ہوئی حکمت کو صرف اس لئے قبول کرتا ہے کہ اسے اس عمل میں مسرت ملتی ہے۔"

اسی لئے عینیت پرستوں نے حقائق سے مسرت اخذ کرنے کا طریق اپنایا۔ گویا دونوں تحریکوں میں سے ایک ——— وجدان کی اہمیت سے انکاری ہے ——— اور دوسری وجدان کو ادب کی تخلیق کے لئے جزو لاینفک قرار دیتی ہے۔ حصولِ مسرت کے نقطہ پر دونوں متفق ہیں ——— دونوں تحریکوں کے درمیان ارسطو کا یہ قول مابہ النزاع ہے: (ترجمہ)

"شاعری تاریخ سے زیادہ فلسفیانہ رنگ رکھتی ہے کیونکہ یہ ممکنات اور عالمگیری کی زیادہ نمائندگی کرتی ہے بجائے خصوصی امور کے۔"

عینیت پرستوں نے اسے حرزِ جاں بنا لیا ——— کہ حقائق کا بیان تاریخ کا کام ہے۔ ادب کا کام نہیں!! رہی مسرت: تو مسرت تاریخ سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ پھر مسرت کی ماہیت پر بات چل نکلی ——— زبان سے نکلی کوٹھوں چڑھی ——— بات چل نکلی ہے۔ اب دیکھیں کہاں تک پہنچے!

مجھے اجازت دیجیے کہ میں یہ کہوں کہ یہ دونوں تحریکیں دراصل کلاسیکی اور رومانوی مزاج کے تصادم سے پیدا ہوئی ہیں ——— میں اپنے ہی ادب سے مثالیں دے کر بات کو واضح کروں گا ——— ہماری قدیم غزل کی روایت فی الحقیقت ہماری روایت نہیں فارسی کی روایت ہے۔ ہماری علامتیں ہماری اپنی نہیں پرائی تھیں۔ ——— نتیجہ معلوم! ہم Realist ہوتے ہوئے بھی Realist نہیں تھے ——— تاآنکہ غالب نے اس جمود کو توڑا ——— اس کا کلام اس بات پر گواہ ہے کہ علامت اور استعارہ، مقصود بالذات نہیں ہوتے۔ اسی لئے اس

کی غزل میں تجریدی رجحانات ہونے کے باوجود ابلاغ کی بوقلموں کیفیت موجود ہے ——— موجودہ دور میں پھر علامت اور استعارہ کو مقصود بالذات بنا لیا گیا تو ایسی شاعری پیدا ہوئی جو مطالب و مفاہیم سے عاری ہے!! کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ابلاغ، علامتوں اور استعاروں کا محتاج ہے ——— اور یہی علامتیں اور استعارے ہمارے نہیں تھے دوسروں کے تھے۔ اس لئے ہمارے قدیم غزل گو شعراء بھی عینیت پرست تھے۔ یعنی ادب برائے ادب کے قائل تھے۔ لکھنوی دبستان کے کچھ شعراء نے تو ہمارے ہاں sensuousness کی قبیح ترین صورتیں پیدا کیں۔ تصنع۔ تکلف، بناوٹ، تخیل آفرینی اور سب سے بڑھ کر رعایت لفظی ——— امانت لکھنوی سے لے کر انشا اور مصحفی تک اور آتش و ناسخ سے لے کر جلال تک!! ایں خانہ ہمہ آفتاب است!! ——— لیکن ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ زبان، بے شک ادب کا آلۂ کار ہوتی ہے لیکن وہ لوگ تو محض زبان کے چٹخارے کے لئے شعر کہتے تھے۔ ادب کا مقصد یہاں بھی موجود تھا یعنی مسرت ——— گویا ان کے نزدیک صرف لکھنؤ کی زبان، باندھنا اور محاورہ بندی کے گل کھلانا ہی ادب تھا۔ آزاد کے قول کے مطابق الفاظ کے طوطے مینا بنانا ان کا فن تھا۔ اور بس! لے دے کے انیس ایک ایسا شخص نکلتا ہے جو ادب کو مرثیہ سے روشناس کرتا ہے اور مرثیے کا فن اس کے ساتھ شروع ہو کر اس کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے ——— اگرچہ رعایت لفظی کا گورکھ دھندا وہاں بھی موجود ہے۔ گویا غزل کی شاعری میں ادب برائے ادب ہی کا پرچار ہوتا رہا۔ ماسوائے غالب کے ——— لکھنؤ کے ہاں سے صرف انیس کے دامن پر sensuousness کے کچھ چھینٹے ملتے ہیں ——— لیجئے اب ان دو تحریکوں کی صورت نظم اور غزل کی صورت میں بدل گئی۔ مغرب والوں نے lyrical poetry کو چھوڑا۔ مولانا حالی نے غزل کو چھوڑ کر رکھ دیا۔ یہاں بھی نظم کی تحریک جاری ہوئی ——— مسدس کی کامیابی نے حالی کو پر لگا دیئے قطعات آئے، نظمیں آگئیں گویا ہم بھی عینیت پرستی سے ہٹ کر ذرا سی دیر کے لئے حقیقت پرستی کے دور میں داخل ہو گئے۔ اقبال کا قصہ چھوڑیئے کہ sensuousness کی بھی کوئی انتہائی شکل ان کے ہاں ملتی ہے اور آج ہم پھر اسی دوراہے پر کھڑے ہیں جہاں سے چلے تھے ——— ہماری نثر میں داستانیں تھیں کہ عینیت پرستی کا شاہکار کہی جا سکتی ہیں۔ سرسید آئے تو وہ ختم ہوئیں۔ لیکن ہم ادب سے ہٹ کر تاریخ، فلسفہ اور سوانح عمریوں کے چکر میں پھنس گئے۔ داستان چھٹی، ناول نہ ملا۔ ناول نما قصے ملے تا آنکہ رسوا اور پریم چند تک پہنچتے پہنچتے ہم لوگ مغربی تنقید سے بھی روشناس ہو گئے اور جو کچھ تھا اسے بھی کچھ نہ سمجھا۔ ناول اور افسانہ ادب کی ایسی اصناف ہیں جو زندگی سے زیادہ قریب ہوتی ہیں اور بہرحال ادب برائے زندگی کے زمرہ میں ہی شامل ہوں گی۔ نظم ایسی صنف ہے جو بین بین بھی چل سکتی ہے۔ لیکن غزل کسی حال میں عینیت پرستی کا دامن نہیں چھوڑ سکتی ——— ستم ظریفی ہے کہ غزل ہی ہمارے دل سے زیادہ قریب ہوتی ہے ——— شاید اس لئے کہ ——— ہم دوراہے سے دائیں ہاتھ پر ہیں اور خزاں کے پتوں کی طرح بہار کی تلاش میں دور دور نکل جاتے ہیں ——— ہم سب خزاں کے پتے ہیں۔ زرد رو، بے چین اور افسردہ!!

نورنے سین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات

ایک ملاقات

میں الفضل کے دفتر میں بیٹھا تھا کہ ایک دوست نے فون پر بتایا کہ کینیڈا سے ایک دوست تشریف لائے ہیں آپ سے ملنا چاہتے ہیں میں، اس وقت چنیوٹ سے بعض مقدمات کے سلسلے میں ضمانت کروا کے واپس سیدھا الفضل کے دفتر ہی آیا تھا۔ اور کچھ دیر کام کرنے کے بعد سوچا تھا کہ باقی کام جس کا ریکارڈنگ سے بھی تعلق ہے گھر پر جا کر کروں گا۔ چنانچہ جن صاحب نے مجھ سے ملنا تھا انہیں میں نے گھر پر تشریف لانے کی دعوت دی کچھ دیر کے بعد وہ تشریف لے آئے اور کینیڈا سے متعلق ان سے بہت دلچسپ مفید اور دل خوش کن باتیں ہوئیں۔ وہاں کی جماعت کے انچارج نسیم مہدی صاحب ہیں جو خدا کے فضل سے اپنے کام میں نہایت مستعد ہیں ان کی مستعدی کی باتیں ہوئیں۔ جشن سے ایک روز پہلے بیت الذکر میں تہجد کی بات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ اخباری رپورٹ کے مطابق ایک ہزار احمدی دوست مرد اور خواتین تہجد کے لئے بیت الذکر آئے تھے۔ وہ خود کیلگری میں رہتے ہیں وہاں سے ہمارے دوست مبارک احمد صاحب نذیر کا ایک پیغام لائے تھے۔ پیغام تو صرف اتنا تھا۔ کہ ان کا ایک انٹرویو کیلگری ہیرلڈ میں شائع ہوا تھا۔ جس کا تراشہ انہوں نے اس دوست کے ہاتھ ارسال کیا۔ لیکن اس کے علاوہ کینیڈا سے آنے والے دوست نے مبارک نذیر صاحب کے کام کے سلسلے میں ایسی اچھی اچھی باتیں بتائیں کہ دل خوش ہو گیا۔

میں نے انہیں بتایا کہ مبارک نذیر صاحب کے والد صاحب حضرت مولانا نذیر احمد علی مغربی افریقہ کے انچارج تھے۔ میں ان دنوں نائیجیریا میں تھا۔ مجھ سے وہ بہت محبت کا سلوک کرتے تھے۔ اور اگر میں یہ کہوں کہ بزرگ ہونے کے باوجود میری عزت کرتے تھے تو یہ غلط نہ ہوگا۔ مبارک نذیر صاحب جب پہلی دفعہ سیرالیون گئے تو ایک دو روز نائیجیریا میں بھی قیام کیا۔ مجھے انہوں نے ایک کتاب سے متعارف کروایا جو ایک پادری کی لکھی ہوئی ہے۔ اور جس کا عنوان ہے۔

GOD, ALLAH, AND JUJU

گاڈ۔ اللہ اور جوجو۔ اس میں "اللہ" کا جو باب ہے انہوں نے میرے ایک براڈ کاسٹ سے شروع کیا ہے اور اس براڈ کاسٹ کے دوران میں نے جو سوالوں کے جواب دیئے تھے۔ وہ پیش کئے ہیں۔ یہ سب کچھ انہوں نے نہایت اچھے انداز میں لکھا ہے۔ اس کے بعد ایک لمبے عرصے کے بعد مجھے سیرالیون میں کام کرنے کا موقعہ ملا۔ مبارک احمد نذیر ان دنوں وہیں تھے۔ گویا تین ساڑھے تین سال تک جو میرا عرصہ قیام تھا انہوں نے ایک سکول کی پرنسپلی کے فرائض سرانجام دیئے۔ کچھ عرصہ ہوا جب وہ سیرالیون سے واپس آئے تو تحریک جدید کے وفاتر میں انکی تقرری ہوئی اور اس طرح بھی ان سے خاصا قرب رہا اور ان کو میرے دل کے بہت قریب کر دیا۔ میں اُن سے متاثر ہوں۔ بہت خلوص اور محنت سے کام کرنے والے ہیں۔ یہ جو تراشہ انہوں نے بھیجا ہے۔ اس میں انہوں نے احمدیہ جماعت کے عقائد اور اس کی کارکردگی کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ انہیں سیرالیون کے ایام میں یہ خصوصیت بھی حاصل تھی کہ وہ تعمیر کے ماہر تھے۔ سکول بنانا ہو۔ بیت الذکر بنانا ہو۔ اس کو پلین کرتے اس کے لئے سامان خریدتے اور خود اس کی نگرانی کرتے اسے بناتے۔ چنانچہ احمدیہ بلیٹن جو میں احمدیہ نیوز کے نام سے شائع کرتا تھا۔ اس میں میں نے ایک دفعہ لکھا کہ مبارک نذیر صاحب اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں تعمیرات کا ماہر کہا جائے۔ اس انٹرویو میں انہوں نے سیرالیون کا بھی ذکر کیا ہے اور اپنے والد محترم کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ انہوں نے کس طرح ناخوشگوار حالات میں کام کیا۔ قریہ بہ قریہ گئے۔ لوگوں سے ملے۔ لوگوں کو پیغام پہنچایا۔ پہلا احمدیہ سکول (سیرالیون میں) کھولنے کا اعزاز انہیں کو حاصل ہوا۔ قرآن مجید کے تراجم اور ان کی اشاعت کا بھی اس میں ذکر ہے اور بیت الذکر اور مربیوں کی رہائش گاہیں بنانے کا بھی ایک ہلکا سا نقشہ پیش کیا ہے۔ مجھے اس بات پر بھی خوشی ہے کہ یورپ اور امریکہ کے لوگ اگرچہ ایک ایسے مذہب کو مانتے ہیں۔ جو تثلیث پر اپنی بنیاد رکھتا ہے لیکن ان کی اس خوبی سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ہر شخص کو آزادی رائے کا حق دیتے ہیں اور ہر شخص کی آواز کو دوسروں تک پہنچانے کا التزام کرتے ہیں۔ یہ بھی تو ممکن تھا کہ کیلگری ہیرلڈ احمدیہ جماعت کے متعلق ایک لفظ بھی نہ چھاپتا اور خاص طور پر یہ سوچ کر کہ یہ لوگ تو عیسائیت کی بیخ کنی کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے عقائد کی مخالفت کرتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں۔ انہوں نے اس پرچے میں مبارک نذیر صاحب کا تفصیلی انٹرویو شائع کیا ہے۔ ہم مبارک صاحب کے بھی ممنون ہیں اور کیلگری ہیرلڈ کے بھی۔ جب یہ دوست جانے لگے تو میں نے کہا کہ اتنی اچھی اچھی باتیں آپ سے سُنی ہیں کہ اس دوران آپ سے ذاتی تعارف کا موقعہ ہی نہیں ملا کہنے لگے میرا نام منور احمد کھوکھر ہے۔ میں بولان ریڈیو والوں کا رشتہ دار ہوں۔ پنڈی میں ایک وقت ریڈیو کی اپنی دکان کھولی تھی۔ لیکن ۱۹۷۵ء کے اواخر میں کینیڈا چلا گیا۔ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی میں نے ان سے کہا اور وہ مصافحہ کر کے تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی امان میں رکھے اور ان کے کام میں برکت دے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سائنس اور ٹیکنالوجی

"دی نیشن" کے ۲۴ فروری کے شمارے میں پروفیسر ایم۔ رشید نے "غیر سائنسی ہونے کا جرم" کے عنوان سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ڈان کے ۶ جنوری کے شمارے میں ڈاکٹر عظیم قدوائی نے اپنے ایک کھلے خط میں وزیر اعظم صاحبہ کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کروائی ہے کہ پاکستان میں سائنس کس بری حالت میں ہے۔ انہوں نے بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ سائنس کی ترقی کی اپیل کی ہے اور محترمہ وزیر اعظم صاحبہ سے گزارش کی ہے کہ وہ اس صورت حال کو بہتر بنانے کی کوشش کریں پروفیسر رشید کہتے ہیں کہ پروفیسر عبدالسلام ان تمام مسائل کی طرف ایک لمبے عرصے سے توجہ دلاتے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے ۱۹۷۰ء کے اس لیکچر میں جو پاکستان نیشنل سائنس کونسل اسلام آباد میں آٹھ نو ستمبر کو دیا تھا۔ اس بات کا رونا رویا تھا کہ ہم نے کبھی بھی سائنس کے متعلق کوئی مضبوط پالیسی نہیں بنائی۔ ایک سائنس پالیسی کا بڑے دھوم دھڑکے سے ۱۹۸۴ء میں اعلان کیا گیا تھا۔ دی نیشنل کمیشن برائے سائنس اینڈ ٹیکنالوجی جس کے سربراہ ملک کے چیف ایگزیکٹو تھے۔ اور جس کے ممبر اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ تھے۔ لیکن اس کمیشن نے گذشتہ پانچ سال میں ابھی اپنا پہلا اجلاس بھی نہیں بلایا۔ تعلیم، سائنس اور ٹیکنالوجی کو پاکستان میں شروع ہی سے زیادہ پذیرائی نہیں ملی۔ مجھے یہ بات یاد آرہی ہے کہ ہمارے سابق وزیر اعظم زیڈ۔ اے بھٹو نے ۱۰ مارچ ۱۹۷۶ کو راولپنڈی میں کہا تھا۔ "مجھے تعلیم کی حالت دیکھ کر دکھ ہوتا ہے" یہ وہ الفاظ تھے جن سے انہوں نے اپنی اس تقریر کا آغاز کیا تھا جس میں یونیورسٹیوں کے وائس چانسلرز وفاقی اور صوبائی تعلیم کے سیکرٹری اور کیبنٹ کے ممبر موجود تھے ہم سب وزیر اعظم کے دفتر میں اکٹھے ہوئے اور مقصد یہ تھا کہ وسائل جو تعلیم سے وابستہ ہیں۔ ان پر غور کیا جائے۔ یہ اجلاس صبح ۱۰ بجے سے سہ پہر کے ۳ بجے تک گویا ۵ گھنٹہ جاری رہا لیکن اب ہم کہاں ہیں۔ مندرجہ ذیل اعداد و شمار ہماری ناگفتہ بہ حالت کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم اپنے جی۔ این۔ پی کے ایک فی صدی کا لیے تحقیقات اور ترقی پر صرف کرتے ہیں جبکہ ہندوستان ہماری نسبت ۵ گنا زیادہ خرچ کرتا ہے یعنی اپنے جی۔ این۔ پی کا ایک فی صد ہمارے پاس اس وقت ۱۰ لاکھ کی آبادی پر ۱۹۰۰ سائنس دان اور انجینئر موجود ہیں جبکہ ایران میں ۱۰۰۰ اور ترکی میں ۶۹۰۰ ہیں۔ ہمارے تعلیمی اعداد و شمار اس سے بھی زیادہ ناگفتہ بہ ہیں۔ تعلیمی عمر کے لحاظ سے اگر فی صد دیکھا جائے تو پرائمری ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۸۵ء میں ۴۷، ۱۷ اور ۵ تھے جبکہ ہندوستان میں یہی اعداد و شمار ۹۰، ۴۴ اور ۹ تھے اور جنوبی کوریا میں ۹۹، ۹۱ اور ۲۶ تھے ہمارے پاس ۷ کروڑ سے زیادہ غیر تعلیم یافتہ ہیں۔ غیر تعلیم یافتہ ہونا، جیسا کہ سب جانتے ہیں، ایک لعنت ہے اور محرومی اور جو غیر تعلیم یافتہ ہیں ان کے ذہنوں پر اس بات کا خاصا بوجھ ہے۔ خاص طور پر وہ جو کم آمدنی پیدا کرتے ہیں اور عورتیں جو دیہات میں رہائش پذیر ہیں ایک غیر تعلیم یافتہ انسان انسانی شرف حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے۔ وہ کوئی ایسی تعلیم حاصل نہیں کر سکتا جسے ہم تربیت کے بعد حاصل کی ہوئی تعلیم کہہ سکتے ہیں اور جو پیداوار میں اضافے کا باعث بن سکتی ہے۔ اس کے ساتھ سلوک بھی بہت اچھا نہیں کیا جاتا۔ خاص طور پر ان لوگوں کی طرف سے جو اپنے آپ کو تعلیم یافتہ اور بلند و بالا شان کے مالک سمجھتے ہیں۔ ہمارے ہاں تعلیم یافتہ افراد کی تعداد ۲۶ فی صد ہے اور اگر ہم تعلیم یافتہ ہونے کی صحیح تعریف کریں تو یہ بہت ہی کم تعداد ہے۔ پاکستان انتہائی پس ماندہ ملکوں کے ساتھ جا ملا ہے۔ ہم دنیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔ جبکہ ہمارا تعلیمی ریکارڈ اس قدر ناگفتہ بہ ہے ہم نے تعلیم کو وہ اہمیت دی ہی نہیں جو ہماری ترقی کے لئے ضروری ہے۔ ہم اس پر بہت کم صرف کرتے ہیں ہم اس کے متعلق بہت زیادہ باتیں کرتے ہیں اور ہماری ساری باتیں اور سارے مسائل اور ساری گفتگو بیکار جاتی ہے۔ ہم بہت زیادہ رقم دفاع پر خرچ کرتے ہیں، اور قرضوں کی واپسی پر، اور عمومی انتظامیہ پر، اس وجہ سے ہمارا معاشرہ پیچھے رہ گیا ہے۔ اور ہماری ترقی کے امکانات کم نظر آتے ہیں ہمیں اپنی ترجیحات پر پھر غور کرنا چاہیئے اور تعلیم اور سائنس اور ٹیکنالوجی پر زیادہ خرچ کرنا چاہیئے۔ جہاں تک روپے کی تقسیم کا سوال ہے تو تعلیم کے دائرے میں ہمیں جی۔ این۔ پی کی شرح فی صد (PERCENTAGE) لینے کی بجائے کل رقم کا خیال رکھ کے تعلیم کو حصہ دینا چاہیئے تعلیم کا سیکشن انتہائی طور پر پیچھے رہ گیا ہے۔ ہمیشہ کم سے کم رقم اس کے لئے مختص کی جاتی ہے۔ ہماری تعلیمی ترقی کے تین مقاصد ہونے چاہئیں۔ ابتدائی تعلیم کو عام کیا جائے۔ ثانوی تعلیم میں پیشہ ورانہ تعلیم کو شامل کیا جائے۔ اور اعلیٰ تعلیم کے لئے سائنس دان اور انجینئر زیادہ سے زیادہ پیدا کرنے چاہئیں۔ یہ ہیں وہ تین مقاصد جو ہمیں ایک دیئے ہوئے وقت کے دوران جو چاہے دس سال ہو یا کوئی اور عرصہ اس میں حاصل کر لینے چاہئیں اور جتنی مشکلات ہیں ان سے نئی صدی عیسوی کے شروع ہونے سے پہلے پہلے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہیئے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ تعلیم کے لئے جو رقم فراہم کی جاتی ہے وہ نہایت اہم ہے بلکہ اتنی ہی اہم ہے جتنی کہ فزیکل کیپیٹل کے لئے جتنی بھی تعلیم کی شقیں ہیں وہ ساری کی ساری ہمیں کسی نہ کسی بات میں تربیت دینے کے لئے ہیں۔ پیشہ ورانہ تعلیم اور ٹیکنیکل مہارت اس لئے بھی ضروری ہے کہ ہمارے بے روزگار نوجوان روزگار حاصل کر سکیں۔ پھر ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ ٹیکنیکل اور پیشہ ورانہ تربیت لوگوں کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے میں جو عار محسوس ہوتی ہے اس سے چھٹکارا پانے کا ایک ذریعہ ہے۔ ہمیں اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم ایک شخص کی ایک گھنٹے کی پیداوار کو بڑھانے کی کوشش کریں چاہے کوئی شخص کھیتوں میں کام کر رہا ہو یا فیکٹری میں اگر اسے صحیح طور پر تربیت دی جائے تو وہ یقیناً زیادہ کام کر سکے گا۔ اور زیادہ پیداوار مہیا کر سکے گا۔ ہمیں اس بات کی ضرورت نہیں ہے کہ ہمارے چند ایک بہت زیادہ لکھے پڑھے افراد ہوں چاہے انہوں نے پاکستان ہی میں تعلیم حاصل کی ہو یا باہر جا کر ملک کو حقیقتاً جس بات کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ٹیکنیکل واقفیت اتنی عام ہو جائے کہ لوگوں کی سوچ اور ان کے عمل پر حاوی نظر آئے۔ یہ بات ایک لمبے عرصے میں ہی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس کے لئے منصوبہ بندی کی ضرورت ہے تاکہ اس بات کی بنیادیں رکھی جا سکیں اور بہتر نتائج مل سکیں۔ موجودہ صورت نہایت مایوس کن ہے۔ ہمارے پاس ایک ٹیکنیکل یا پیشہ ور موجود ہے جس نے اگر خاصی تربیت حاصل کی ہوئی ہے تو وہ ایسے لوگوں کے ساتھ کام کرتا ہے جو بالکل غیر تربیت یافتہ ہیں اور ان پڑھ ہیں اور جن کا کام زیادہ پیداوار مہیا نہیں کرتا۔ یہ بات ہماری ترقی کی راہ میں روک ہے۔ ہمیں بیرون ملک سے درآمد شدہ مشینوں سے کام کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ہماری اپنی ٹیکنالوجی بالکل مفقود ہے۔ چین نے گذشتہ ۴۰ سال میں اپنے سائنس دانوں اور لیبارٹریز کی تعداد میں ۶۰۰ گنا اضافہ کر دیا ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ جو رقم ہم تعلیم کے لئے خرچ کرتے ہیں وہ مہنگی پڑتی ہے لیکن اگر ہم تعلیم پر کچھ بھی خرچ نہ کریں تو یہ اس سے بھی مہنگا پڑتا ہے کیونکہ ہم زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے ذرائع سے محروم ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ ہم اتنے غریب ہیں کہ ہم ضائع کرنے کا تعیش نہیں کر سکتے ■

صدقات تقدیر کو بدل دیتے ہیں

فضل عمر ہسپتال کے نادار مریضوں کیلئے صدقہ کی تحریک

حضرت بانیٔ سلسلہ فرماتے ہیں:۔
"اگر کوئی تقدیر معلق ہو تو دعا اور صدقات اس کو ٹلا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس تقدیر کو بدل دیتا ہے۔"

فضل عمر ہسپتال خدمت خلق کی قابل رشک تاریخ کا مالک ہے۔ ہزاروں لوگ یہاں احباب کرام کے عطیات سے مفت شفا پاتے ہیں۔ اس ہسپتال کے مستحق مریضوں کے لئے صدقہ کی رقوم ارسال فرما کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔

ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ

جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے
وہ آسمان پر عزت پائیں گے
——— کشتی نوح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا دامن پکڑا اور قوم اور برادری کی کچھ بھی پرواہ نہ کی خدا تعالیٰ نے بھی وہ وفا کی کہ ساری دنیا جانتی ہے۔ جس مکہ سے آپ نکالے گئے تھے اسی مکہ میں ایک شہنشاہ کی شان اور حیثیت سے داخل ہوئے۔
——— حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اطلاعات و اعلانات

اعلان نکاح!

★ مکرم امانت علی صاحب ولد عبدالرشید صاحب ساکن کوٹ فتح دین خاں (قصور) کا نکاح عزیزہ راشدہ بی بی صاحبہ بنت محمد خاں صاحب ساکن مالو کے بھٹی ضلع سیالکوٹ سے مبلغ دس ہزار روپیہ حق مہر مورخہ ۲۴/۶/۸۸ کو خاکسار طاہر احمد معلم وقف جدید نے مالو کے بھٹی میں پڑھا۔

افراد خاندان حضرت اقدس اور قارئین الفضل سے درخواست دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نکاح کو باعث برکت بنائے۔

طاہر احمد معلم وقف جدید
کھریڑ ضلع قصور

★ مکرم عزیزم منیر احمد سیال ولد منور احمد صاحب سیال آف جوڑہ ضلع قصور کا نکاح عزیزہ امۃ اللہ بیگم بنت چوہدری خان محمد آف جوڑہ ضلع قصور سے مبلغ بیس ہزار روپے حق مہر پر مورخہ ۱۵/۳/۸۹ خاکسار نے جوڑہ ضلع قصور میں پڑھایا۔

افراد خاندان حضرت اقدس اور قارئین الفضل سے درخواست دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نکاح کو فریقین کے لئے باعث برکت بنائے۔

طاہر احمد۔ معلم وقف جدید
کھریڑ ضلع قصور

درخواست دُعا!

• مکرم شیخ عبدالرحیم صاحب مشین محلہ نمبر ۲ جہلم کی اہلیہ صاحبہ لمبے عرصہ سے بیمار چلی آرہی ہیں۔

• محترمہ امۃ العزیز ارشد صاحبہ اہلیہ مکرم قاضی رشید احمد صاحب ارشد (ریٹائرڈ محاسب صدر انجمن احمدیہ) دل کی تکلیف۔ ضعف اور بلڈ پریشر کیوجہ سے بیمار ہیں۔

• محترمہ حمیدہ خانم احمدی صاحبہ سمن آباد لاہور کے بیٹے عزیز ندیم خالد کی ایک حادثہ میں ٹخنہ کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔

• مکرم عبدالحمید خان صاحب مربی سلسلہ کا فضل عمر ہسپتال ربوہ میں اپینڈیکس کا اپریشن ہوا ہے انکی صحت کاملہ کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

احباب ان سب مریضوں کی صحت کاملہ کیلئے دُعا کریں۔

اعلان وفات

• جماعت احمدیہ کے ایک مخلص خادم مکرم بشیر احمد صاحب عارف ابن مکرم علی بخش صاحب محلہ دارالیمن ربوہ جو کیلگری کینیڈا میں مقیم تھے ۱۰ اپریل ۸۹ء کو دل کا شدید دورہ پڑنے پر عین جوانی میں بعمر ۴۵ سال وفات پاگئے۔ ان کا تابوت بذریعہ ہوائی جہاز ۱۱ اپریل کو فیصل آباد پہنچا۔ جہاں سے بذریعہ ایمبولینس ربوہ لایا گیا۔ اسی روز بیت مبارک میں ساڑھے چار بجے سہ پہر مکرم مولانا سلطان محمود صاحب انور ناظر اصلاح وارشاد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ازاں بعد بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ قبر تیار ہونے پر مکرم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب نے دعا کرائی۔

مکرم بشیر احمد صاحب عارف کی وفات پر جماعت احمدیہ کیلگری نے سوگوار خاندان کے ساتھ بڑا تعاون فرمایا۔ جملہ انتظامات کے علاوہ جماعت کی نمائندگی میں مکرم منور احمد صاحب کھوکھر تابوت کو ربوہ لائے اور غم زدہ لواحقین سے دلی تعزیت فرمائی۔

مکرم عارف صاحب بڑے مخلص احمدی تھے۔ اعلیٰ اوصاف اور بلند اخلاق کے مالک تھے۔ انہوں نے بی ایس سی کے بعد عملی زندگی کا آغاز سیرالیون مغربی افریقہ میں جماعت کے سکول میں ایک ٹیچر کی حیثیت سے کیا۔ کئی سال تک وہاں خدمات انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں انگلستان سے محنت شاقہ اٹھا کر تعلیمی ڈگری حاصل کرنے کے بعد عرصہ نو سال سے کینیڈا میں مقیم تھے۔ جماعت احمدیہ کیلگری کی مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ اور کئی دیگر جماعتی کاموں میں بھی سرگرم عمل رہتے تھے۔ موصوف دل کے عارضہ میں مبتلا تھے اپنی کمزور صحت کے باوجود جماعتی فرائض کو بڑی خوش اسلوبی سے ادا کرتے تھے۔

پسماندگان میں ان کی بیوہ امۃ النصیر بیگم صاحبہ (جو مکرم ملک محمد احمد صاحب نائب وکیل المال کی بیٹی ہیں) دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ بچے کیلگری کے سکولوں میں زیر تعلیم ہیں۔ دیار غیر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ جانے کے بعد ان کی پرورش کی ساری ذمہ داری والدہ پر آپڑی ہے اس لحاظ سے احباب کی خصوصی دعاؤں کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے ان کا حافظ و ناصر ہو اور ان کی کفالت فرمائے۔ ان کے بوڑھے والدین کو اپنے جواں سال بیٹے کی اچانک وفات کا نہایت گہرا صدمہ پہنچا ہے وہ اپنے بیٹے کی دعوت پر دل میں ہزاروں تمنائیں لئے ہوئے عنقریب کینیڈا روانہ ہونے والے تھے کہ بیٹے کی وفات نے آناً فاناً ان کی خوشیوں کے چراغ بجھا دیئے۔

احباب دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اور سبھی بہن بھائیوں کو بھی صبر جمیل عطا فرمائے اور مکرم عارف صاحب کے درجات بلند فرمائے۔

(یوسف سلیم ملک ۳۴ دارالنصر غربی ربوہ)

• مکرم منشی غلام محمد صاحب آف اباڑو (سندھ) حال احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور ۲۷ اپریل ۱۹۸۹ء بمطابق ۲۰ رمضان المبارک بوقت سوا چھ بجے صبح بہاول وکٹوریہ ہسپتال بہاولپور میں بعارضہ قلب بیمار رہ کر رحلت فرما گئے ہیں۔ آپ ایک مخلص، متقی اور دیندار آدمی تھے۔ اور بہت سے اعلیٰ خصائل کے حامل تھے۔

ان کی میت ۲۸ اپریل کو ربوہ لائی گئی جہاں دارالضیافت میں ان کی نماز جنازہ ادا گئی۔ بعدہٗ عام قبرستان میں ان کی تدفین ہوئی۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ محترم منشی صاحب موصوف کے درجات بلند فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

منیر احمد عابد مربی سلسلہ بہاولپور

• میرا پیارا بھتیجا عزیز مختار احمد مرزا ایم۔ ایس۔ سی ابن مرزا نذیر احمد صاحب بشیر آباد خادم سندھ کو پچھلے دنوں کار کا حادثہ پیش آیا۔ گھٹنے پر چوٹ لگنے سے فریکچر ہوگیا۔ اسے حیدر آباد کے ہسپتال میں داخل کرایا گیا اور پلاسٹر چڑھایا گیا۔ ہفتہ عشرہ کے بعد اسے ہسپتال سے گھر جانے کی اجازت دیدی گئی۔ ۱۴ اپریل کو اچانک اسکی طبیعت خراب ہوگئی۔ ڈاکٹر نے چیک اپ کر کے اسے بتایا کہ معمولی تکلیف ہے دوائی سے ٹھیک ہو جائے گی۔ عزیز ڈاکٹر صاحب سے بات چیت کر ہی رہا تھا کہ دل کے فوری حملہ سے اللہ کو پیارا ہو گیا۔

مختار بیٹا بڑی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ بی۔ ایس۔ سی میں فسٹ آیا۔ ایم ایس سی میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ انٹو مالو جسٹ تھا پہلے حیدر آباد میں ایک غیر ملکی زرعی ادویہ ساز کمپنی میں بطور ریجنل مینیجر کام کیا پھر ملتان میں زونل مینیجر پروموٹ ہو کر گیا۔ آج کل ڈیرہ غازیخاں میں زونل مینیجر تھا عزیز مخلص دیندار نوجوان تھا اور ایک قیمتی وجود تھا۔ اس کے والد برادرم مرزا نذیر احمد عرصہ آٹھ دس سال سے متواتر بیمار چلے آرہے ہیں۔ اٹھنے بیٹھنے سے بھی معذور ہیں۔ عزیز مختار احمد اپنے غریب والدین کا سہارا اور بہت ہی پیارا بیٹا تھا۔ والدین کا خدمت گزار تھا۔ پسماندگان میں والدین ۹ بھائی بہن۔ ایک بیوہ اور تین کم سن بچیاں ہیں۔ عزیز مختار احمد کی ناگہانی وفات سے تمام افراد خاندان بے حد غمزدہ اور پریشان ہیں مگر اس کے والد سب سے زیادہ متاثر ہیں۔ احباب دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ختم قرآن

میری بیٹی عزیزہ راشدہ یاسمین نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بعمر پانچ سال قرآن کریم ناظرہ ختم کر لیا ہے۔ مورخہ ۲۷ جنوری بروز جمعۃ المبارک اس سلسلہ میں ایک سادہ سی تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں احمدی احباب کے علاوہ چند غیر از جماعت دوستوں نے بھی شرکت کی۔

احباب جماعت سے عزیزہ کی صحت و سلامتی، دینی و دنیاوی علوم میں ترقی اور وسعت ذہانت کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

چوہدری محمد حامد
(صدر جماعت احمدیہ۔ حویلیاں کینٹ)

اعلان گم شدہ رسیدات

جماعت احمدیہ شیخوپورہ شہر میں جاری رسید بک ۲۴۹۱۶ کی رسیدات از ۹۲ تا ۱۰۰ غیر مستعملہ گم ہو گئی ہیں۔ اس لئے ان رسیدوں پر کوئی دوست کسی قسم کے چندہ جات کی ادائیگی نہ فرمادیں۔ بہت احتیاط فرمادیں۔

ناظر مال صدر انجمن احمدیہ

(دعا) موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"تعلیم القرآن"

ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب فرماتے ہیں

"انصار اللہ کو آج میں یہ کہنا چاہتا ہوں ..... آپ ان ذمہ داریوں کو اذا کریں جو تعلیم القرآن کے سلسلے میں آپ پر عائد ہوتی ہیں۔ قرآن کریم کی تعلیم کے سلسلہ میں آپ پر دو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ایک ذمہ داری تو خود قرآن کریم سیکھنے کی ہے۔ اور ایک ذمہ داری ان لوگوں کو قرآن کریم سکھانے کی آپ پر عائد ہوتی ہے کہ جن کے آپ اللہ کی نگاہ میں ..... راعی بنائے گئے ہیں۔ آپ ان دونوں ذمہ داریوں کو سمجھیں اور جلد قرآن کی طرف متوجہ ہوں۔ ہر رکن انصار اللہ کا یہ فرض ہے کہ وہ اس بات کی ذمہ داری اٹھائے کہ اس کے گھر میں اس کی بیوی اور بچے یا اور ایسے احمدی کہ جن کا خدا کی نگاہ میں وہ راعی ہے قرآن کریم پڑھتے ہیں اور قرآن کریم کے سیکھنے کا وہ حق ادا کرتے ہیں جو حق ادا ہونا چاہئے"

(خطبہ جمعہ الفضل ۱۰ اپریل ۱۹۶۹ء)

(ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد تعلیم القرآن و وقف عارضی ربوہ)

ہومیو ڈاکٹرز کے لئے خدمت کا نادر موقعہ

افریقہ میں ہومیوپیتھک ہسپتال اور کالج کھولنے کے لئے ہمیں ایسے ہومیو ڈاکٹرز کی فوری ضرورت ہے جو انگریزی زبان میں کام کر سکتے ہوں۔ ایسے احباب اپنے کوائف مقامی امیر جماعت سے تصدیق کروا کر جلد بھجوا دیں۔

(سیکرٹری مجلس نصرت جہاں۔ ربوہ)

بازیافتہ گھڑی

کچھ دن ہوئے ایک گھڑی گری ہوئی ملی ہے جس دوست کی ہو وہ درج ذیل ایڈریس پر رابطہ قائم کرے اور نشانی بتا کر گھڑی حاصل کر لیں۔

حافظ فخر احمد
کوارٹر تحریک جدید ۸۳
نزد یادگار چوک ربوہ

تمام خواہشیں جو خدا کی رضامندی کے مخالف ہیں دوزخ کی آگ ہیں اور ان خواہشوں کی پیروی میں عمر بسر کرنا ایک جہنمی زندگی ہے۔ لیکچر سیالکوٹ

ہم زندہ ہیں محض اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر جو کچھ ملتا ہے خدا سے ملتا ہے۔
ناظر مال

مشتری ہشیار باش

لوانکم ہاؤسنگ سکیم ربوہ میں پلاٹس کی نیلامی کے بارہ میں ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ پلاٹس زیر نیلام کی مالک صدر انجمن احمدیہ ربوہ ہے۔ مختلف مقاطعہ گیران نے صدر انجمن احمدیہ ربوہ سے پلاٹ خرید کر رکھے ہیں۔ اس بارہ میں رٹ پٹیشن نمبران ۵۷۵/۷۶، ۶۰۶/۷۶ اور ۹۴۲/۷۶ لاہور ہائی کورٹ لاہور میں زیر سماعت ہیں اور فاضل عدالت نے STATUS QUO جاری فرمایا ہے۔ پبلک کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ اس سکیم میں پلاٹس کی خریداری سے باز رہیں ورنہ ہر قسم کے نقصان کے وہ خود ذمہ دار ہونگے۔

چوہدری مبارک احمد طاہر ایڈووکیٹ
مختار عام صدر انجمن احمدیہ
ربوہ

بڑوں کا ادب کرنے سے شعور میں جلاء پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ جلاء ذہن کو تیز کرتی ہے

الشفیق ٹیکنیکل ٹریننگ سنٹر۔ ربوہ

فنی تعلیمی بورڈ سے منظور شدہ فون ۵۹۲

الیکٹریشن۔ ریفریجریشن اینڈ ایئر کنڈیشننگ ٹریڈز میں داخلہ شروع ہے۔

مدت کورس ۶ ماہ

بیکار نہ رہیئے
ہنر سیکھئے

خبریں

★ لاہور میں بجلی کی لوڈ شیڈنگ شروع ہو گئی ہے۔ جو کہ ساڑھے بارہ بجے بعد دوپہر سے پونے سات بجے شام کے درمیان روزانہ ایک ہی وقت کی جائے گی۔ اور یہ لوڈ شیڈنگ تربیلا جھیل کی سطح میں اضافہ ہونے تک جاری رہے گی۔

★ نجیب حکومت نے الزام لگایا ہے کہ پاکستان جلال آباد پر بڑے حملے کی تیاری کر رہا ہے۔

★ فلسطینی رہنما یاسر عرفات نے نجیب اللہ کی طرف سے دورے کی دعوت قبول کر لی ہے۔ اور وہ افغانستان میں جنگ رکوانے کی کوشش کریں گے۔

★ پاکستان نے ہیروئن کے بین الاقوامی سمگلر سلیم ملک کو مقدمہ چلانے کے لئے امریکہ کے حوالہ کر دیا۔ امریکہ میں اس کے خلاف چلائے جانے والے مقدمہ میں اہم انکشافات کی توقع ہے۔

★ اس بات کا اب انکشاف ہوا ہے کہ ۱۹۶۵ء میں ایک امریکی طیارہ ہائیڈروجن بم سمیت جاپانی ساحل کے قریب سمندر میں گر کر غرق ہو گیا اس حادثے کے انکشاف پر جاپانیوں میں زبردست تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے۔

★ پونچھ میں عید کی صبح دو پارٹیوں میں تصادم کے نتیجہ میں ۱۵ افراد ہلاک اور ۸ شدید زخمی ہو گئے۔

★ آئی۔ ایم۔ ایف نے پیپلز پارٹی کی وفاقی حکومت کی معاشی پالیسیوں پر اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ اور بجٹ کا خسارہ ۶ فیصد تک بڑھانے اور آٹے اور چاول کی قیمت میں اضافہ نہ کرنے کی اجازت دی ہے۔

سرزمین قادیان کا اولین
مشہور دواخانہ
۱۹۱۱ء سے مصروف خدمت
گوجرانوالہ، ربوہ، قلعہ کالر، ملتان، کراچی

KIDNY STONE COURSE
پتھری گردہ کورس
۴۰ روزہ کورس قیمت ۱۵۰/- لٹریچر ۳/- کے ڈاک ٹکٹ بھجوا کر منگوائیں
کیور ٹیو میڈیسن کمپنی رجسٹرڈ ربوہ فون: سیلز ۷۷۱ کلینک ۶۰۶ رہائش ڈاکٹرز ۶۰۷